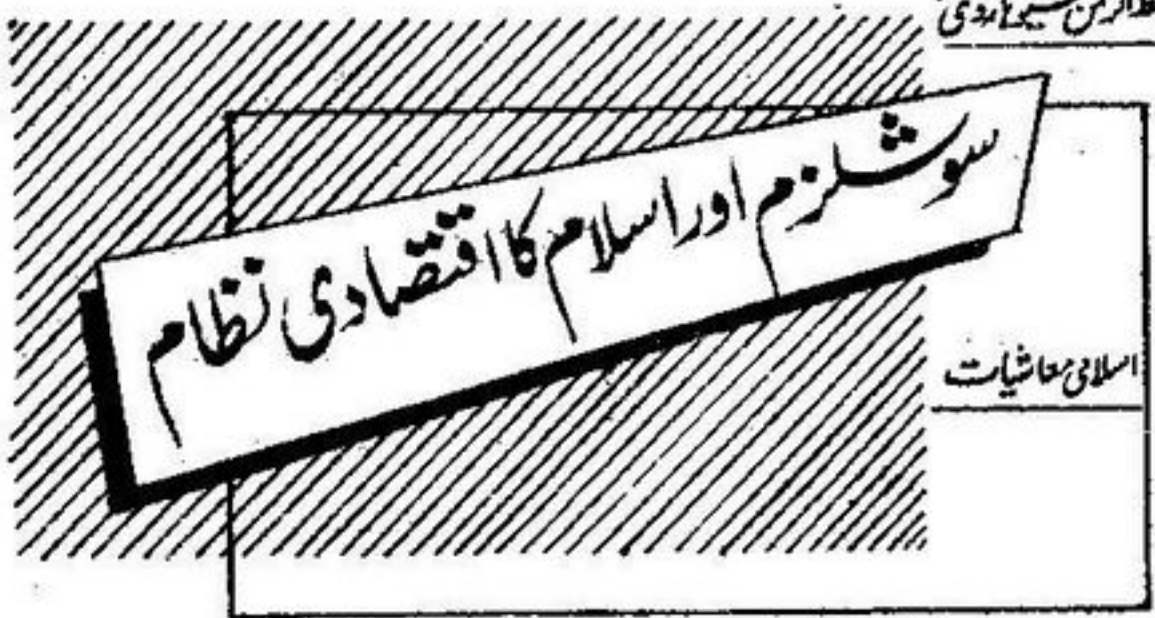




سرمایہ دارانہ نظام کے اس ظالمانہ و متبردہ کرنے آخر مزدوروں اور غریبوں میں بھی شعور، احساس اور بیداری کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اور انہوں نے رد عمل کے طور پر حقوق کے نام سے شور و غوغا مچایا۔ مجالس اور یونینیں قائم کیں۔ اور بغاوتیں کیں اور اٹھارویں صدی کے آخر ہی سے سوشلزم کے نظریہ نے ان کی حمایت شروع کر دی اور دس جیسے بڑے ملک میں اس بیسویں صدی میں انقلاب برپا ہونے کے بعد کارل مارکس کے نظریہ سوشلزم کے ماتحت جدید اقتصادی نظام بھی قائم ہو گیا۔ جس کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ مفاد عامہ کا داعی اور مزدوروں، کسانوں اور پست و مظلوم طبقوں کا حامی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اسلام کے اقتصادی نظام کا اس سے بھی موازنہ کیا جائے۔ اور محض کے اتباع اور حسن ظن کی بنیادوں پر ہی نہیں بلکہ دونوں نظام ہائے اقتصادی کے اصولوں اور عملی تجربوں کے زیر اثر عدل و انصاف کے ساتھ محاکمانہ اور تبصرہ کیا جائے۔ ابھی کہا جا چکا ہے کہ سوشلزم کی تاریخ کا آغاز بھی اٹھارویں صدی کے آخر سے ہی ہو جاتا ہے۔ ہیکل نے اس کو اول ایک علمی نظریہ کی شکل میں پیش کیا اور اقتصادی امور میں بنیاد قرار دیا۔ اور اس کے اس نظریہ کو اقتصادی زندگی بخشنے بلکہ معاشرتی اصول بنانے اور تمدنی پروگرام میں ڈھالنے والا شخص کارل مارکس ہے۔ اور یہی نظریہ آج کل کیونزم کی شکل میں دس پر حاوی ہے۔ اور دنیا میں انقلاب برپا کرنے میں مشغول و مصروف نظر آتا ہے۔

گزشتہ صفحات میں جو اشارات اس سلسلہ میں سپرد قلم کئے گئے ہیں ان سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام جس مکمل قانون کا نام ہے۔ اس کے ساتھ اشتراکیت (کیونزم) کا بھی رابطہ اتنا نا ممکن ہے۔ اس لئے کہ کارل مارکس اور دوسرے اشتراکی رہنماؤں نے جس فلسفہ پر

ستھ اور فریڈرک انگلز کی علمی و عملی جدوجہد کا بھی اس تحریک میں بہت زیادہ دخل ہے۔

(مارکسزم) کی بنیاد قائم کی ہے۔ اس میں خدا سے انکار اور الہیات کی نفی صفت اول میں جگہ پاتے ہیں۔ اور اس لئے اس کا علم الاخلاق بھی اسی روشنی میں مہذب و مرتب کیا گیا ہے۔ لہذا اس کے فلسفہ لادینیت کے ساتھ اسلام کا کوئی رابطہ اور تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔ لیکن جب ہم اس فلسفہ کے فقط اقتصادی پہلو سے بچت کرتے ہیں۔ اور دنیا کے دوسرے غیر اسلامی نظام ہائے معاشی کے مقابلہ میں اس کو پیش نظر لاتے ہیں۔ تو اس وقت ہم کو اس حقیقت ثابتہ کے اظہار میں کوئی باک نہ ہونا چاہئے۔ کہ اس میں شک نہیں کہ اقتصادی نظام کے بہت سے اموں میں اسلام اور اشتراکیت باہم متقارب نظر آتے ہیں۔ اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف دونوں ہم آہنگ ہیں۔ اگرچہ طریق کار کے اختلاف سے دونوں کی راہیں اس وادی میں قطعاً جدا ہیں۔ اسلامی نظام اقتصادی اور اشتراکی نظام اقتصادی کے درمیان جن اموں میں اتفاق ہے۔

وہ حسب ذیل ہیں :-

۱۔ — اکتاز و احتکار یا جمع دولت کا مذموم طریق کار اور مخصوص طبقہ میں دولت کی تحدید نہ یہ جائز قرار دیتا ہے اور نہ وہ، دونوں ان ہر دو اموں کو باطل اور اقتصادی زندگی کے لئے تباہ کن سمجھتے ہیں۔

۲۔ — دونوں ضروری سمجھتے ہیں کہ اقتصادی نظام کی اساس و بنیاد عام معاشی مفاد پر قائم ہو اور ہر شخص کو معاش سے حصہ ملے اور کوئی شخص بھی اس سے محروم نہ رہے۔

۳۔ — دونوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اقتصادی نظام کے دائرہ میں تمام انسانی دنیا جغرافیائی، طبقاتی اور نسلی و خاندانی امتیازات سے یکسر جدا ہو کر یکساں اور برابر حیثیت میں شمار ہو۔

۴۔ — ان دونوں کے درمیان اس میں بھی اتفاق ہے کہ جماعتی حقوق، انفرادی حقوق پر مقدم ہوں۔

۵۔ — ان دونوں کے درمیان یہ بھی مسلم ہے کہ معاشی دستبرد کے ذریعہ حاکم و محکوم اور غلام و آقا کا کسٹم قائم نہ ہو سکے اور قائم شدہ کو مٹا دیا جائے۔

یہ وہ اموں ہیں جن میں دونوں اقتصادی نظام ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ لیکن دو امر ایسے ہیں کہ جن میں ان دونوں کے درمیان بنیادی اور اساسی اختلاف ہے۔ اور ان ہر دو اموں میں ایک دوسرے کے ساتھ کسی طرح مطابقت پیدا نہیں کی جاسکتی اور یہ اختلاف اس وقت اور زیادہ وضاحت کے ساتھ رہنا ہو جاتا ہے۔ جبکہ سوشلزم کا آخری درجہ کمیونزم کی شکل میں سامنے آتا

ہے۔ اور جس کا تجربہ آج کل روس میں کیا جا رہا ہے۔

اشتراکی اقتصادی نظام

۱۔ دولت و ذرائع دولت سے انفرادی ملکیت کو مٹا دیا جائے۔

۲۔ بلحاظ معیشت اختلاف درجات کا انکار کیا جائے اور معاشی لحاظ سے بھی سوائی میں مساوات تسلیم کی جائے۔

اسلامی اقتصادی نظام

۱۔ دولت و ذرائع دولت میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اسکی حدود قائم کر دی جائیں۔

۲۔ حق معیشت کی مساوات کے اعتراف کے ساتھ بلحاظ معیشت، اختلاف مدارج تسلیم کرتے ہوئے انکار کو رد کیا جائے۔

پہلا اختلافی مسئلہ اس طرح قابل غور ہے کہ اگر آمدنی اور ذرائع آمدنی پر انفرادی ملکیت کا کوئی اثر باقی نہ رہے تو عقل اور تجربہ اس طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ ایسا ہو جانے کے بعد ذرائع پیداوار اور آمدنی میں بہت بڑا اختلال اور اضطراب پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ انفرادی ملکیت کے نظام کو کسیر تباہ و برباد کرنے اور اس تمام سلسلہ کو اسٹیٹ کے حوالہ کر دینے کے بعد انسانوں کے قواعد عمل میں وہ زبردست تحریک پیدا نہیں ہو سکتی جو انفرادی ملکیت کی مسابقت کی صورت میں پیدا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور ہو گا کہ جبکہ میری تمام جدوجہد اور محامات و ضروریات کا عملی نظام اسٹیٹ کے ذمہ اور صرف اس کے ہاتھ میں ہے تو میں کس لئے اپنے قواعد و داعی، قواعد جسمانی اور قواعد عملی کو زیادہ محنت میں لگاؤں اور تنازع و لیتا کے اس میدان میں کس لئے گئے مسابقت حاصل کرنے کی سعی کروں۔

لیکن اس کے برعکس انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے باہمی مسابقت اور دوڑ میں جو خرابی پیدا ہونے اور اجتماعی نقصانات کے بروئے کار آنے کے اندیشے پائے جاتے ہیں۔ اگر ان کا انسداد و ضروری قرار دے کر قواعد عملی و داعی کو بھی اپنی فطری نشوونما کے مطابق کام کرنے کے لئے موقع بہم پہنچایا جائے۔ تو یہ طریق کار ہی صحیح طریق کار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ روس کے دس سالہ پروگرام کی ترمیم نے بھی اسکی تصدیق اس طرح کر دی ہے کہ بہت سی زمینیں معطل رہ جانے اور ذرائع پیداوار میں رفتار کے سست پر جانے کی وجہ سے اب دس سالہ پروگرام میں ایک حد تک زمینوں میں انفرادی قبضہ کو تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اور بعض بعض مقامات پر ذرائع پیداوار میں انفرادی ملکیت داخل ہونے لگی ہے۔ اور تجربے سے حقائق تک پہنچنے کی اگر یہی طلب صادق رہی تو وہ وقت دور نہیں ہے کہ اسلام کے نظریہ اور اصول ہی کو اصول کار بنانا

اس لئے قرآن عزیز نے باوجود اس بات کے تسلیم کر لینے کے کہ اصل ملکیت صرف خدا کی ہے۔ اور اسی لئے تمہاری انفرادی ملکیت میں خدا کی عام مخلوق کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اور اس میں اجتماعی حقوق مقدم ہیں۔ ذاتی ملکیت کا اعتراف و اقرار کرتے ہوئے انسان کے فطری قوانین عملی و دماغی میں سابقت کا جذبہ پیدا کیا اور ان کو کشمکش حیات میں داخل کر کے ان پر حصول مال کی راہیں کھول دیں۔ نیز عقل و تجربہ کی بناء پر یہی راہ صحیح اور درست ہے کہ انفرادی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا جائے اور پھر اس پر اجتماعی بوجھ ڈالا جائے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا
تُحِبُّونَ ۝
تم ہرگز بھلائی کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے
جب تک کہ اپنے پسندیدہ اور محبوب مال
میں سے خرچ نہ کرو۔

اور قانونی و غیر قانونی منابطوں کے ذریعہ انفرادی ملکیت کا رخ بھی جماعتی فلاح اور بہبودی غامہ کی طرف پھیر دیا جائے۔

اس موقع پر اس اندیشہ کا اظہار کیا جاتا ہے۔ کہ اگر پیداوار اور فرائع پیداوار میں انفرادی ملکیت کے لئے ادنیٰ لمبی بھی گنجائش نکل آئے گی تو پھر مذموم سرمایہ دارانہ نظام کو اس سودا خانہ سے سر اٹھانے کا موقعہ ہاتھ آجائے گا لیکن یہ اندیشہ اس لئے صحیح نہیں ہے۔ کہ یہ ایسی حالت میں ضرور ممکن ہے۔ کہ انفرادی ملکیت تو کسی حد تک تسلیم ہو۔ لیکن اس کے غیر محدود ہونے اور سرمایہ دارانہ نظام کیلئے حیلہ بن جانے کے انسدادی قوانین موجود نہ ہوں لیکن جب اسلام انفرادی ملکیت کو محدود صورت میں تسلیم کرنے کے بعد اقتصادی نظام میں ایسی دفعتاً قانونی بھی بیان کرتا ہے۔ جو انفرادیت کو اجتماعییت پر قابو پانے سے روکتی اور سرمایہ دارانہ نظام کا سر کچلنے کے لئے اپنے قانونی تیشہ سے کام لیتی رہتی ہیں۔ تو پھر ایک وہی اندیشہ کی بناء پر انسانوں کو ان کے فطری حق سے روک دینا ظلم ہے۔ اور راہ عدل سے ہٹ کر افراط و تفریط کے غار میں گر جانا ہے۔

دوسرا اختلاف معیشت کے درجات سے متعلق ہے۔ اسلام حق معیشت کی مساوات کو تسلیم کرتا بلکہ ضروری قرار دیتا ہے۔ لیکن مدارج معیشت میں مساوات کا قائل نہیں ہے یعنی وہ اس کو نہیں مانتا کہ یہ ضروری ہے۔ کہ سب کو ایک ہی طرح پر سامان معیشت حاصل ہو۔ لیکن یہ ضروری سمجھتا ہے۔ کہ سب کو ملے اور جدوجہد اور ترقی کی راہیں یکساں طور پر سب کے سامنے کھل جائیں۔ اس کے برعکس سوشلزم حق معیشت کی مساوات کے ساتھ ساتھ نفس معیشت کی بھی مساوات کا

قائل ہے۔ اور مدارج معیشت کا قطعاً انکار کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ احوال معیشت کا یہ اختلاف قدرتی نہیں ہے۔ بلکہ سوسائٹی کا خود پیدا کردہ ہے۔ پس اگر آئندہ سوسائٹی کا نظام معیشت مساوات کے اصول پر قائم کر دیا جائے تو دوسری طرح کے محرکات ذہنی پیدا ہو جائیں گے۔ اور کارخانہ معیشت کی سرگرمیاں اسی طرح جاری رہیں گی۔ جس طرح آج جاری ہیں۔

اس دوسری صورت اختلاف کو بھی غائر نظر سے دیکھا جائے۔ تو اقرار کرنا پڑے گا کہ اس میں بھی اسلام کی بتائی ہوئی راہ ہی صحیح ہے یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ تمام انسانوں کی جسمانی و دماغی استعداد یکساں نہیں ہے۔ اور جب استعداد یکساں نہیں ہے۔ تو سعی معیشت کے نتائج و ثمرات کا اختلاف بھی ضروری اور ناگزیر ہے۔ اور ایسی صورت میں سوسائٹی کا ایسا نظام قائم کرنا جسکی بنیاد معیشت کی مساوات پر ہو کسی طرح بھی صحیح اور درست نہیں ہے۔ اور یہ کہنا بھی ناقابل قبول ہے کہ اس قسم کے نظام کے بعد ذہنی و معنوی محرکات میں بھی ایسی تبدیلی ہو جائے گی کہ جس سے معیشت کا کارخانہ اسی سرگرمی سے جاری رہے گا۔

بہر حال جسمانی و دماغی استعداد کے اختلاف کو مان لینے کے بعد معیشت کا اختلاف بھی فطری ہو جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن عزیز نے اس طرف رہنمائی کی ہے۔ کہ یہ اختلاف قدرتی ہے۔ اور کارخانہ عالم کی فطری قوتوں کے ابھرنے اور ترقی پانے کے لئے ایسا ہونا ضروری تھا اگر یہ نہ ہوتا تو سب کی حالت یکساں ہوتی تو مسابقت اور مزاحمت کی حالت کبھی پیدا نہ ہوتی اور ان قوتوں کو ابھرنے کا موقع کبھی نہ ملتا۔ اور اگر یہ موقع میسر نہ آتا تو اجتماعی زندگی کی وہ تمام سرگرمیاں سرد ہو کر رہ جاتیں جس پر نظام عالم کا یہ کارخانہ چل رہا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں برتری دی ہے۔

وَاللّٰهُ نَزَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ (غل)

ہم نے دینی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کر دی اور ان سب کو یکساں درجہ میں نہیں رکھا۔ بلکہ بعض کو بعض پر برتری دی ہے۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ۔ (زفون)

اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا اور بعض کو بعض پر مرتبہ دئے تاکہ جو کچھ تم کو دیا ہے۔ اس میں تمہیں آزمائے بلاشبہ

ذٰلِكَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْاَرْضِ نَدْفَعُ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا اَشْكُمُ اِنَّ رَبَّكُم

سَرِیْعُ الْعِقَابِ دَرِ اَمْتِ لَغَوْرٌ
تہا پروردگار (بد عملیوں کی) فزائز دینے والا ہے
رَحِیْمٌ۔ (فاطر)

اور بلاشبہ وہ بڑا ہی بخشنے والا رحمت والا ہے۔

ان تمام آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسانی زندگی کے اس چکر میں ایک دوسرے کی جانشینی کا سلسلہ قائم ہے یعنی ایک جاتا ہے۔ دوسرا اسکی جگہ لے لیتا ہے۔ اور اس کے ثمرات کا وارث بنتا ہے۔ اور یہ کہ تمام انسان درجہ کے لحاظ سے یکساں نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ معیشت کے مدارج کا یہ تفاوت اس لئے قائم کیا گیا ہے۔ تاکہ انسان کو اس کے عمل و تصرف میں آزمایا جائے اور اسکو یہ موقعہ دیا جائے کہ جس درجہ کو وہ اپنی سعی و عمل سے حاصل کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی امتحان لیا جائے کہ وہ ان تفاوت و درجات کی موجودگی میں کس حالت میں خدا سے غافل رہتا ہے۔ اور کس حالت میں نہیں رہتا۔

الحاصل اسلام کے اقتصادی نظام اور سوشلزم کے اقتصادی نظام کا مقصد اگرچہ ایک نظر آتا ہے۔ اور وہ یہ کہ عام انسانی افراد کی مالی تباہی، افلاس اور بد بختی کو دور اور ان کی بھاری اکثریت کی بد حالی کو ختم کیا جائے اور دونوں نے علاج بھی ایک ہی تجویز کیا ہے۔ کہ مذہب سرمایہ داری کو بروٹھ گرد نہ آنے دیا جائے یعنی جمع دولت اور اکتناز کو باقی نہ چھوڑا جائے لیکن طریق کار میں دونوں کے درمیان یہ دو بنیادی اختلاف ضرور پائے جاتے ہیں۔ کہ ایک معیشت کے اختلاف کو قبول کرتا اور انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے۔ اور دوسرا ان دونوں کا انکار کر کے ان کو فنا کرنا چاہتا ہے۔

اسلام نے حق معیشت کی مساوات کو تسلیم کیا اور سعی و ترقی کی راہیں سب کے لئے یکساں طور پر کھلی رکھیں اور اس نے احتکار کی وہ تمام رکاوٹیں ختم کر دی جن کی بدولت خاص افراد یا گروہ نے کمزور افراد اور گروہ کی خوشحالی و ترقی میں قائم کر رکھی تھیں، اس نے قانون سازی کے ذریعہ زکوٰۃ اور وراثت اور بعض تجارتی اصول کو لازم قرار دے کر ادد سود اور قمار اور اس قسم کے تمام کاروبار کو ناجائز بتا کر اکتناز و احتکار کو فنا کر دیا اور تمام ایسی غیر معتدل راہوں کا سد باب کر دیا جو ظالمانہ سرمایہ داری کا موجب بنتی ہیں۔

ان تفصیلات کے ساتھ یہ کہنا ہے جانا ہو گا کہ سوشلزم کے مسطورہ بالا ہر دو اصول دراصل اس نظام اور اس سوسائٹی بلکہ اس مذہبی گروہ کے مقابلہ میں انتقامانہ جذبات کے ماتحت اصول قرار پائے ہیں جن کے ظالمانہ ماحول سے متاثر ہو کر کارل مارکس اور انگلز نے اپنے نظریوں اور ان کے ماتحت عملی سرگرمیوں کا اختراع کیا ورنہ یہ ہر دو اصول نہ عملی تجربہ کی خراب پرٹھیک اترتے ہیں اور نہ عقلی دلائل کی روشنی میں صحیح نظر آتے ہیں۔ اور اس لئے راہ حق کے قطعاً خلاف اور اعتدال کے منافی ہیں ■■